بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مکاتیب

(۲)

سیّد جلال الدین عمری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت مشرق میں ساسانی یا ایرانی سلطنت تھی اور مغرب میں بازنطینی یا رومی سلطنت۔ یہ اس وقت کی سب سے بڑی اور سب سے طاقت ور سلطنتیں تھیں۔ معلوم دنیا کے وسیع علاقہ پر ان کی حکمرانی تھی، تہذیب و تمدن اور علم و فن میں بھی یہ دنیا کی قیادت کر رہی تھیں۔ کسی بھی حکومت میں ان کی ہمسری کی طاقت نہیں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مملکتوں کے سربراہوں کو خطوط لکھے اور اسلام کی دعوت دی۔

ہرقل کے نام مکتوب گرامی

رومی سلطنت کے حکمراں ہرقل کے نام مکتوب گرامی روانہ کرنے سے پہلے اس کی اہمیت واضح فرمائی۔ ابن حبان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ میرا یہ مکتوب قیصر (رومی بادشاہوں کا لقب) کے پاس جو شخص لے جائے گا وہ جنت کا مستحق ہوگا۔ مجلس میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا یہ ثواب قیصر اسلام نہ قبول کرے تو بھی ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اگر وہ اسلام نہ قبول کرے تو بھی ملے گا۔[۱]

---

[۱] ابن قیم: زاد المعاد، تحقیق شعیب الارنووط، عبد القادر الارنووط ۱/۱۲۱ حدیث میں وان لم یَقبَلْ کے الفاظ آئے ہیں۔ اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے وان لم یَصِل اس کے معنی ہیں چاہے سفیر ہرقل تک نہ پہونچے تب بھی جنت کا مستحق ہوگا۔ ایک روایت میں وان =

حدیث اور سیرت کی کتابیں اس پر متفق ہیں کہ اس مہم پر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ بھیجے گئے۔ انھیں حکم تھا کہ وہ گرامی نامہ بُصریٰ[۱] کے حاکم حارث بن ابوشمر غسانی کے حوالہ کردیں تاکہ وہ اسے ہرقل تک پہونچا سکے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غسانی نے گرامی نامہ عدی بن حاتم کے ذریعہ ہرقل کے پاس بھیجا۔ عدی بن حاتم اس وقت نصرانیت پر قائم تھے اور مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ اور حضرت دحیہ کلبیؓ ہرقل کے پاس پہونچے[۲]

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ایرانیوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کے بعد روم کو فتح حاصل ہوئی تھی[۳] انھوں نے ایران سے اپنے تمام مقبوضہ علاقے واپس لے لیے اور صلیبِ اعظم جسے ایرانی چھین کرلے گئے تھے انھیں واپس مل گئی تھی۔ ہرقل نے اس جنگ کے سلسلہ میں نذر مان رکھی تھی کہ وہ اس میں کامیاب ہوا تو بیت المقدس پیدل جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔ چنانچہ جس وقت حمص میں اسے فتح کی خوش خبری ملی وہ نذر پوری کرنے کے لیے پوری شاہانہ شان کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس طرح کہ راستہ میں اس کے لیے قالین کا فرش بچھایا جاتا تھا اور گلاب کی بارش ہوتی تھی۔ اس طرح اس نے بیت المقدس پہونچ کر اپنی نذر پوری کی اور نماز ادا کی[۴]

بیت المقدس کے اسی سفر کے دوران اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی

= لم یُقتَل' کے الفاظ ملتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر سفیر کو اس مہم میں شہادت نصیب نہیں ہوئی اور وہ صحیح سالم خیریت سے واپس آجاتا ہے تو بھی اسے یہ ثواب ملے گا۔ ملاحظہ ہو۔ زرقانی علی المواہب: ۳/ ۳۳۵

[۱] 'بُصریٰ' مدینہ اور شام کے درمیان ایک شہر کا نام ہے۔ فتح الباری: ۱/ ۲۸۔ بعض لوگوں نے اسے حُوران کا صدر مقام (محافظہ) بھی بتایا ہے۔ یہ شامی علاقہ کا پہلا شہر ہے جو بعد میں فتح ہوا۔ نووی: تہذیب الاسماء واللغات: ۱/ ۳۷ [۲] فتح الباری ۱/ ۲۸

[۳] اس کی ایک بڑی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایران کی فوجوں نے کامیابی حاصل کرلی تو کسریٰ نے (سیاسی اسباب کی بنا پر) اپنے امیر شہر براز کو قتل کرکے فرحان کو امیر بنانا چاہا۔ اس کا علم شہر براز کو کسی طرح ہوگیا تو وہ درپردہ ہرقل کے ساتھ مل گیا۔ اس کے بعد جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ فتح الباری: ۱/ ۲۵

[۴] طبری: تاریخ الرسل والملوک ۲/ ۶۴۶

ملا۔ اس مکتوب اور اس پر اس کے ردعمل کا حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں کہیں اختصار کے ساتھ اور کہیں تفصیل سے ذکر موجود ہے۔ یہاں صحیح بخاری اور طبری سے اس کی تفصیل پیش کی جارہی ہے[1] حسب ضرورت دوسرے مآخذ سے بھی استفادہ کیا جائے گا۔

ابن ناطور شام کے نصاریٰ کا 'اُسقُف' یعنی مذہبی رہنما تھا۔ بیت المقدس اور فلسطین اسی کے ماتحت تھا اور ہرقل سے قریبی تعلق رکھتا تھا، وہ اس سفر کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ہرقل ایک روز بہت افسردہ اور پریشان دکھائی دے رہا تھا، دربار کے مذہبی رہنماؤں اور بڑے لوگوں نے وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا ___ ابن ناطور کہتا ہے کہ ہرقل علم نجوم کا ماہر تھا ___ کہ رات میں نے ستاروں کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ ختنہ کرنے والی قوم کی بادشاہت ظاہر ہوچکی ہے۔ (وہ میری سلطنت کا خاتمہ کر کے رکھ دے گی) درباریوں نے کہا کہ آپ کی مملکت میں صرف یہود ختنہ کرتے ہیں۔ وہ آپ کے زیر اقتدار اور ماتحت ہیں۔ آپ اپنے گورنروں کو ہدایت کردیں کہ ان کے ماتحت جو یہود ہیں سب کی گردنیں اڑادیں۔ اس فکر و تردد سے آپ کو نجات مل جائے گی۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ غسان کے بادشاہ (بُصریٰ کا حاکم) کا قاصد ایک شخص کو لے کر ہرقل کے پاس پہونچا ___ روایت میں آتا ہے کہ اس زمانہ میں بادشاہ ایک دوسرے کو اہم خبریں پہونچایا کرتے تھے ___ اس نے عرض کیا۔ جہاں پناہ! اس شخص کا تعلق عرب سے ہے جو بکریوں اور اونٹوں والے ہیں۔ یہ اپنے ملک میں پیش آنے والے ایک عجیب و غریب واقعہ کی خبر دے رہا ہے[2]

ہرقل نے ترجمان کی مدد سے اس شخص سے دریافت کیا کہ اس کے ملک میں کیا خاص بات پیش آئی ہے؟

---

[1] بخاری میں دو جگہ اس واقعہ کا نسبتاً تفصیل سے ذکر ہے کیف کان بدء الوحی۔ کتاب الجہاد، باب دعاء النبیؐ الی الاسلام والنبوۃ الخ۔ طبری کے لیے ملاحظہ ہو۔ تاریخ الرسل والملوک ۲/۶۴۲ - ۶۵۱

[2] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ کون شخص تھا؟ روایات میں اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی اس کا امکان ہے کہ اس سے عدی بن حاتم مراد ہوں، جن کے بارے میں آتا ہے کہ بصریٰ کے حاکم نے انھیں دحیہ بن خلیفہؓ کے ساتھ بھیجا تھا۔ فتح الباری: ۱/۳۲

اس کے جواب میں اس شخص نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کا ساتھ دیا ہے اور کچھ لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کے درمیان کئی ایک مقامات پر جنگیں بھی ہوئیں۔ جب میں نے وطن چھوڑا ہے تو یہ صورت حال تھی (اس کے بعد کا حال مجھے نہیں معلوم ہے)

گفتگو ختم ہوئی تو ہرقل نے کہا کہ اس شخص کے کپڑے اتار دو۔ جب کپڑے اتارے گئے تو وہ مختون پایا گیا۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ یہ ہے وہ چیز جو میں نے دیکھی۔ وہ نہیں ہے جو تم بیان کرتے ہو۔ یعنی میں نے ستاروں میں جس بادشاہت کو دیکھا ہے وہ عرب کی بادشاہت ہے۔ یہود کی بادشاہت نہیں ہے۔ طبری میں ہے کہ اس کے بعد اس نے اپنے معاون خاص کو حکم دیا کہ پورے شام میں تلاش کرکے کسی ایسے شخص کو لے آؤ جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے اس آدمی کے خاندان اور قبیلہ کا ہو[1]

اس روایت سے خیال ہوتا ہے کہ شاید اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی ہرقل کو نہیں ملا تھا لیکن بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے لما جاء قیصر کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حین قرأہ التمسوا لی ھٰھنا احدا من قومه لأسألهم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[2] اس کا مطلب یہ ہے کہ نامہ گرامی ملنے کے بعد ہرقل نے آپ سے قریبی تعلق رکھنے والے کسی فرد کی تلاش کا حکم دیا تھا۔

ویسے ان دونوں روایتوں میں کوئی خاص تضاد بھی نہیں محسوس ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ ملک غسّان نے جس آدمی کو بھیجا ہو وہ اور آپ کے سفیر حضرت دحیہؓ دونوں ہی ایک ساتھ پہونچے ہوں۔ کسی راوی نے ایک کا ذکر کیا ہو اور کسی نے دوسرے کا[3]

---

[1] تاریخ الرسل والملوک ۲/۶۴۷ [2] بخاری، کتاب الجہاد، باب دعاء النبی الی الاسلام والنبوۃ۔ اسی ذیل میں حضرت ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ جب ہماری گفتگو ختم ہوئی تو ہرقل نے اس شخص سے نامہ مبارک لے کر مجلس میں پڑھا جس کے حوالہ اس نے اسے کر رکھا تھا۔ بخاری، کیف کان بدء الوحی الخ [3] اس امکان کو اس روایت سے تقویت ملتی ہے جو اوپر گزر چکی ہے کہ ملک غسان نے عدی بن حاتم کو حضرت دحیہؓ کے ساتھ بھیجا تھا۔

حضرت ابوسفیانؓ ان دنوں ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام میں موجود تھے۔ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم قریش کے لوگ تجارت پیشہ تھے۔ لیکن جب قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جنگیں شروع ہوگئیں تو ہماری تجارت ختم ہوگئی۔ صلح حدیبیہ ہوئی تو پھر تجارت کا موقع ملا۔ چنانچہ میں نے قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ سامان تجارت لے کر شام کا سفر کیا[۱] ہمارا قافلہ غزہ میں تھا کہ ہرقل کے کارندے اچانک ہمارے پاس پہونچ گئے۔ انھوں نے سوال کیا کہ کیا آپ لوگ حجاز سے آرہے ہیں جہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ ہم نے کہا۔ ہاں! انھوں نے کہا کہ بادشاہ نے آپ لوگوں کو طلب کیا ہے۔ آپ لوگ ہمارے ساتھ چلیں چنانچہ ہم لوگ ان کے ساتھ ہرقل کے دربار میں پہونچے۔ وہاں وہ اپنے درباریوں اور رومی اکابر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہم لوگوں سے اپنے مترجم کے ذریعہ پوچھا کہ تم میں سے کس کا اس نبی سے قریبی رشتہ ہے؟ میں نے کہا کہ میں اس کا سب سے قریبی رشتہ دار ہوں۔ اس نے رشتہ کی وضاحت چاہی تو میں نے کہا وہ میرا 'ابن عم' (چچازاد بھائی) ہے[۲] اس نے مجھے اپنے قریب جگہ دی اور میرے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ میرے پیچھے بیٹھ جائیں۔ پھر اپنے مترجم سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں اس شخص سے اس آدمی کے بارے میں کچھ سوالات کروں گا جو نبی ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اگر یہ جھوٹ بولے تو اس کی تردید کر دیں۔

حضرت ابوسفیانؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کا سردار تھا۔ مجھے جھوٹ بولنے میں شرم

---

[۱] حضرت ابوسفیانؓ اس سفر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مکہ کا کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں تھا جس نے اپنا سامان مجھے نہ دیا ہو۔ حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیانؓ کا یہ تجارتی قافلہ تیس افراد پر مشتمل تھا۔ بعض روایات میں ان کی تعداد تقریباً بیس بتائی گئی ہے۔ ان لوگوں میں حضرت مغیرہ بن شعبہ کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہرقل نے حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت مغیرہؓ دونوں کو دریافت حال کے لیے طلب کیا تھا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ حضرت مغیرہؓ اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے الّا یہ کہ یہ کہا جائے کہ وہ ہرقل کے دربار سے واپس ہو کر مدینہ پہونچے اور مسلمان ہوئے۔ ملاحظہ ہو۔ فتح الباری: ۱/۴۲

[۲] عبد مناف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوسفیانؓ کا رشتہ مل جاتا ہے۔

محسوس ہوئی اگر میں جھوٹ بولتا تو گو اس وقت میرے ساتھی میری تردید نہ کرتے لیکن بعد میں میری غلط بیانی کا چرچا ہوتا۔ اس لیے میں نے اس کے سوالات کے صحیح جوابات دئے۔ (پہلے تو) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اور آپ کا مرتبہ اور مقام گھٹانے کی کوشش کی اور کہا کہ آپ انھیں کچھ زیادہ اہمیت نہ دیں۔ ان کا معاملہ اتنا بڑا اور اہم نہیں ہے جتنا کہ آپ نے سنا ہے۔ لیکن اس نے میری ان باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور کہا کہ جو سوالات کروں ان کا جواب دو۔ میں نے کہا بہت اچھا! سوال فرمائیے۔ اس کے بعد میرے اور اس کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

اس کا پہلا سوال تھا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے اس کا خاندان اور حسب نسب کیسا ہے؟

میں نے کہا کہ وہ اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا نسب بے آمیز اور خالص ہے۔

اس نے دوسرا سوال کیا کہ کیا اس کے خاندان میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

میں نے نفی میں جواب دیا کہ کسی نے اس طرح کا دعویٰ نہیں کیا۔

اس نے پوچھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس دعویٰ سے پہلے تمہارے درمیان اسے یا اس کے باپ دادا کو سلطنت اور اقتدار حاصل رہا ہو اور تم نے وہ اقتدار ان سے چھین لیا ہو؟

میں نے کہا نہیں! اسے یا اس کے بزرگوں کو کوئی اقتدار حاصل نہیں تھا۔

اس نے سوال کیا کہ پہلے سے تمہیں اس کے بارے میں یہ تجربہ تو نہیں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے؟

میں نے کہا۔ اس پر جھوٹ بولنے کا الزام کبھی نہیں لگایا گیا۔

اس کے بعد اس نے پوچھا۔ کون لوگ اس کی بات مان رہے ہیں؟ سردارانِ قوم اس کی اتباع کر رہے ہیں یا کمزور اور چھوٹے افراد؟

میں نے کہا ضعفاء اور مساکین اور نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس کی اتباع کر رہے ہیں۔ قوم کے سن رسیدہ اور اعلیٰ افراد میں سے کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔

اس نے پوچھا کہ اس کی اتباع کرنے والے بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

میں نے کہا وہ تو بڑھ ہی رہے ہیں۔

اس کے بعد اس کا سوال تھا کہ جو لوگ اس کے دین کو قبول کرتے ہیں کیا وہ اسے ناپسند کر کے مرتد بھی ہو جاتے ہیں؟ ایک روایت میں سوال اس طرح ہے کہ اس کی اتباع کرنے والے اس سے محبت کرتے اور اس سے گہرا قلبی تعلق رکھتے ہیں یا اس سے متنفر ہو کر اسے چھوڑ دیتے ہیں؟

میں نے کہا کہ ابھی تک ایسا نہیں ہوا کہ اس کے کسی ساتھی نے اسے چھوڑ دیا ہو۔

ہرقل نے پوچھا۔ کیا وہ وعدہ خلافی بھی کرتا ہے؟

حضرت ابوسفیانؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کے خلاف کچھ بولنے کا موقع صرف اسی ایک سوال کے ذیل میں مل سکا۔ میں نے کہا کہ اس نے ابھی تک کوئی وعدہ خلافی نہیں کی ہے۔ البتہ اس وقت ہمارے اور اس کے درمیان ایک مدت تک کے لیے صلح ہوئی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ اس مدت میں کیا کرے گا۔ ہو سکتا ہے وعدہ خلافی کر گزرے۔ قسم خدا کی اس نے میری ان باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

اس نے سوال کیا کہ تمہارے اور اس کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان کا کیا نتیجہ رہا؟

میں نے کہا کبھی اس نے فتح حاصل کی اور کبھی ہم کامیاب رہے۔

اس نے آخری سوال کیا کہ وہ کن باتوں کی تعلیم دیتا ہے؟

میں نے کہا اس کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ واحد کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے (اور کرتے) آئے ہیں اسے چھوڑ دو۔ وہ نماز کا صدقہ اور انفاق کا، سچائی اور راست بازی کا، عفت و عصمت کا اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے میری باتوں کو دہراتے ہوئے کہا کہ میں نے تم سے اس نبی کے حسب نسب کے بارے میں سوال کیا تو تم نے کہا کہ وہ تمہارے درمیان اعلیٰ نسب کا ہے۔ اللہ کے رسول اپنی قوم کے اعلیٰ خاندان میں مبعوث ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے خاندان میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟ تم نے کہا نہیں! اگر کسی نے اس سے پہلے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اس شخص نے محض اس کی نقل اتاری ہے۔ میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ اس کے خاندان میں کیا کوئی بادشاہ گزرا ہے جس سے تم نے اس کی بادشاہت چھین لی ہو۔ تم نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اگر

تمہارا جواب اثبات میں ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ آدمی اپنے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم نے اس کو جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ تم نے کہا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص لوگوں کے معاملات میں جھوٹ نہ بولے وہ اللہ کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں نے تم سے اس کی اتباع کرنے والوں کے بارے میں معلوم کیا تو تم نے بتایا کہ کمزور لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ معاشرہ کے کمزور لوگ ہی رسولوں کی اتباع کرتے ہیں۔ اس کے بعد تم سے میرا سوال تھا کہ وہ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔ تم نے بتایا کہ وہ بڑھ رہے ہیں یہی حال ایمان کا ہے۔ (اس کی روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی ہے اور پھر ہر طرف چھا جاتی ہے) میں نے تم سے پوچھا کہ جو لوگ اس کے دین کو قبول کرتے ہیں ان میں سے کوئی اسے ناپسند کر کے مرتد بھی ہو جاتا ہے؟ تم نے کہا ایسا نہیں ہوتا۔ صحیح بات یہ ہے کہ ایمان کا سرور جب دل میں داخل ہو جاتا ہے تو آدمی اس سے کبھی پھر نہیں سکتا۔ میں نے تم سے پوچھا کہ وہ دھوکا دیتا ہے تم نے کہا نہیں! یہ رسولوں کی صفت ہے کہ وہ کسی کو دھوکا نہیں دیتے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ وہ کن باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ تم نے بتایا اس کی تعلیم یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور بت پرستی کو چھوڑ دو۔ اسی طرح وہ نماز، انفاق، سچائی اور راست بازی، عفت وعصمت، وفائے عہد اور دیانت وامانت کا حکم دیتا ہے۔ (انبیاء کی تعلیم اسی نوعیت کی ہوتی ہے) میں نے تم سے اس کے اور تمہارے درمیان ہونے والی جنگوں کا حال پوچھا تو تم نے بتایا کہ نتیجہ کبھی اس کے حق میں ہوتا ہے اور کبھی تمہارے حق میں۔ رسولوں کا اسی طرح امتحان ہوتا ہے بالآخر فتح ان ہی کی ہوتی ہے۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سچے نبی ہیں) میرا خیال تھا کہ ان کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ تمہارے درمیان ظاہر ہوگا۔ تم جو کچھ کہتے ہو اگر وہ صحیح ہے تو بہت جلد میرے قدموں کے نیچے کی اس زمین پر اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ اگر میں اس تک پہونچ سکتا تو مشقت برداشت کر کے اس تک پہونچتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پیر دھوتا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی طلب کیا جسے آپ نے حضرت دحیہ کے ذریعہ بصریٰ کے حاکم کے پاس بھجوایا تھا تاکہ وہ اسے ہرقل تک پہنچا دے۔ مکتوب گرامی یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

عبداللّٰہ ورسولہ الی ھرقل
عظیم الروم سلام علی من اتبع
الھدیٰ اما بعد فانی ادعوك
بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم
یؤتك اللّٰہ اجرك مرتین فان
تولیت فان علیك اثم الاریسیین
وَيَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ
اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا
وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا
اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ [1]

جو اللہ کے بندہ اور اس کے رسول کی طرف سے، روم کی عظیم شخصیت ہرقل کے نام۔ سلامتی ہے اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی اتباع کرے۔ امابعد! میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرو۔ امن اور سلامتی پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں (اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے) دوگنا اجر عطا کرے گا۔ اگر تم اللہ کی ہدایت سے انکار کرتے ہو تو تم پر (اپنے گناہ کے علاوہ) ملک کے کاشتکاروں (رعایا) کا بھی گناہ ہوگا۔ (اللہ کا ارشاد ہے) اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے۔ اگر اس دعوت کو قبول کرنے سے وہ منہ موڑیں تو ان سے کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو اسی کے اطاعت گزار ہیں۔

حضرت ابوسفیان فرماتے ہیں کہ ہرقل نے جب آپ کی نسبت ان خیالات کا اظہار کیا اور نامہ گرامی پڑھ کر فارغ ہوا تو دربار میں شور وشغب شروع ہو گیا اور آوازیں بلند

---

[1] بخاری حوالہ سابق۔ مکتوب گرامی کے آخر میں حوالہ سورۂ آل عمران کی آیت ۶۴ کا ہے۔

ہونے لگیں۔ (اس کیفیت کے پیدا ہوتے ہی) ہمیں دربار سے رخصت ہونے کا حکم دیا گیا۔ باہر نکل کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ کا معاملہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ روم کا بادشاہ بھی آپ سے خوف کھا رہا ہے۔ میرے دل میں اسی وقت یہ بات بیٹھ گئی کہ آپ غالب ہو کر رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی سعادت بخشی۔[1]

دربار کے لوگوں اور روم کے اکابر نے جس طرح ہرقل کی رائے کی مخالفت کی اس کی تفصیل بخاری کی ایک اور روایت میں ملتی ہے۔

ہرقل نے روم کے پادری کو، جو اس کا خاص آدمی تھا اور اس کی طرح صاحب علم بھی تھا، اس سلسلہ میں خط لکھا۔ اس کے بعد وہ حمص روانہ ہو گیا۔ وہ حمص ہی میں تھا کہ روم

---

[1] بخاری: کیف کان بدء الوحی

حضرت ابوسفیانؓ اور ہرقل کی اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے وہ بھی آپ کے بے داغ کردار کی شہادت دینے پر مجبور تھے۔ آپ کے اعلان نبوت کے بعد ہی سے حضرت ابوسفیانؓ آپ سے مسلسل لڑتے بلکہ آپ کے مخالفین کی قیادت کرتے رہے۔ بارہا جنگیں ہوئیں لیکن اس کے باوجود انھیں آپ کی سیرت میں کوئی خامی محسوس نہیں ہوئی۔

حضرت ابوسفیانؓ تنہا نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ بیس تیس افراد کا قافلہ تھا۔ قافلہ کا ہر فرد آپ کا ہم وطن تھا۔ اس کے سامنے آپ کی پوری زندگی کھلی کتاب کی مانند تھی۔ ان میں سے کوئی ایک بھی نہ تو اس وقت اور نہ اس کے بعد ہمت کر سکا کہ آپ کے اخلاق و کردار پر انگلی اٹھا سکے۔ سب کے سب خاموشی سے حضرت ابوسفیان کے بیان کی تصدیق کر رہے تھے۔

ہرقل نے حضرت ابوسفیانؓ سے آپ کی تعلیم، سیرت و اخلاق، آپ کے ساتھیوں کی استقامت اور دشمنوں کے ساتھ آپ کے رویہ کو معلوم کر کے آپ کے نبی برحق ہونے کی گواہی دی۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ حضرت ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں ایک طوفان برپا ہو گیا ہوگا۔ انھوں نے محسوس کیا ہوگا کہ جس شخص سے ہم تقریباً بیس برس سے لڑ رہے ہیں، اسے ایک اجنبی شخص جو بہت بڑی سلطنت کا فرماں روا ہے، اپنے دعویٰ میں سچا کہہ رہا ہے۔ اس شخص سے ہماری جنگ صداقت سے جنگ ہے جو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ان میں سے کتنے ہی دلوں کی دنیا اسی وقت بدل گئی ہوگی اور وہ اپنے رویہ پر نظر ثانی کے لیے مجبور ہو چکے ہوں گے۔

کے اس پادری کا جواب اسے ملا۔ اس میں اس نے ہرقل کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا کہ جس نبی کی آمد کا انتظار تھا وہ یہی نبی ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے روم کے تمام اکابر کو محل میں جمع کیا اور اس کے سب دروازے بند کرادیے۔ اس نے ان سے خطاب کیا کہ اے اہل روم! میں تمہیں رشد و فلاح کی بات بتانا چاہتا ہوں۔ اس سے تمہاری سلطنت بھی باقی رہ سکتی ہے۔ وہ یہ کہ اس نبی کی اتباع کرو۔ یہ سنتے ہی سب کے سب جنگلی گدھوں کی طرح بدک کر دروازوں کی طرف دوڑ پڑے۔ لیکن دروازے بند تھے۔ ہرقل نے جب یہ کیفیت دیکھی اور اسے ان کے ایمان لانے کی توقع نہیں رہی تو اس نے دوبارہ ان کو جمع ہونے کا حکم دیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی بات صرف یہ دیکھنے کے لیے کہی تھی کہ تم اپنے دین پر کس حد تک ثابت قدم ہو۔ اب مجھے تمہاری استقامت پر اطمینان ہو گیا ہے۔ یہ سن کر سب لوگ اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور مسرت اور خوشی کا اظہار کرنے لگے۔[1]

طبری کی روایت میں اس کی کچھ اور تفصیل ملتی ہے۔ اس میں ہے کہ ہرقل نے حضرت دحیہؓ کو روم کے پادری، جس کا نام روایت میں ضغاطر بتایا گیا ہے، کے پاس بھیجا اور کہا کہ رومی مجھ سے زیادہ اس کی عظمت کے قائل ہیں اور اس کی بات کو اہمیت دیتے ہیں۔ حضرت دحیہؓ اس کے پاس پہونچے اور ہرقل نے جو پیغام دیا تھا وہ پہونچایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اس کے سامنے پیش کی۔ ضغاطر نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم تم نے جس شخصیت کا ذکر کیا ہے وہ واقعتاً خدا کے رسول ہیں۔ ان کی صفات سے ہم واقف ہیں۔ ان کے نام تک کی صراحت ہماری کتابوں میں ہے۔ پھر وہ کمرہ میں گیا۔ اپنا سیاہ لباس اتارا، سفید کپڑے پہنے اور اپنا عصا لیے ہوئے کلیسا میں پہونچا جہاں رومی موجود تھے۔ وہاں اس نے اعلان کیا۔ اے اہل روم! میرے پاس احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] بخاری حوالہ سابق۔ ابن سعد میں بھی یہ تفصیل موجود ہے البتہ روم کے پادری کا ذکر نہیں ہے۔ ہرقل کے خطاب میں چند جملوں کا اضافہ ہے۔ وہ یہ کہ اے اہل روم! کیا تم چاہتے ہو کہ فلاح و رشد حاصل ہو، تمہاری سلطنت باقی رہے۔ عیسیٰ بن مریمؑ نے جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔ لوگوں نے اسے جاننا چاہا تو اس نے آپ کی اتباع کا ذکر کیا۔ طبقات ابن سعد ۱/۲۵۹

کے پاس سے ایک خط آیا ہے ۔ اس میں انھوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی ہے (مجھے ان کی صداقت پر یقین ہے) یہ کہہ کر اس نے کلمہ شہادت "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ" پڑھا اس نے جیسے ہی اپنے اسلام کا اعلان کیا عوام اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر ڈالا ۔

حضرت دحیہؓ ہرقل کے پاس دوبارہ پہونچے اور اسے اس کی اطلاع دی ۔ اس نے کہا میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ اسلام قبول کرنے میں ہمیں اپنی جان کا اندیشہ ہے ۔ خدا کی قسم ! ضغاطر ان کے نزدیک مجھ سے زیادہ عظمت کا مالک تھا اور اس کی بات کا زیادہ اعتبار تھا[1]

ایک اور روایت میں اس کی مزید کچھ تفصیل ملتی ہے ۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ہرقل شام سے قسطنطنیہ روانگی کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کی خبر اسے ملی ۔ اس نے رومیوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے ایک بات سوچی ہے اسے تمہارے سامنے رکھ رہا ہوں ۔ اس پر غور کرو ۔ لوگوں نے سوال کیا کہ وہ کیا بات ہے ؟ اس نے کہا کہ خدا کی قسم ! تم جانتے ہو کہ یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول ہے ۔ ان کا ذکر ہماری کتاب (انجیل مقدس) میں موجود ہے ۔ اس میں (آنے والے رسول کے) جو اوصاف بیان ہوئے ہیں وہ بھی ہم ان کے اندر پاتے ہیں ۔ آؤ ان کی اتباع کریں ، تاکہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں سلامت رہے ۔ ان لوگوں نے جواب دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم عرب کے ماتحت ہو جائیں جب کہ ہم ایک وسیع سلطنت کے مالک ہیں ، ہماری آبادی ان سے کہیں زیادہ ہے اور ہمارے پاس ان سے بہتر شہر ہیں ۔ ہرقل نے کہا ۔ اس سے تمہیں اتفاق نہیں ہے تو آؤ اسے ہر سال جزیہ دیں تاکہ مال دے کر اس سے جنگ سے بچے رہیں ۔ ان لوگوں نے اس سے بھی اختلاف کیا اور کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم عرب کے سامنے ذلیل اور چھوٹے بن کر رہیں اور وہ ہم سے خراج وصول کریں ۔ جب کہ ہم تعداد میں ان سے بہت زیادہ ہیں ۔ ہماری سلطنت اور حکومت زیادہ بڑی ہے اور ہمارے شہر زیادہ محفوظ ہیں ۔ خدا کی قسم ہم اس تجویز پر بھی عمل

---

[1] طبری : تاریخ الرسل والملوک : ۲/ ۶۵۰ — ۶۵۱

نہیں کر سکتے۔ ہرقل نے کہا! اچھا تو آؤ اس سے صلح کر لیں۔ اس طرح کہ سوریہ (اس سے مراد فلسطین، اردن، دمشق وغیرہ جنوب کا علاقہ ہے) اس کے حوالہ کر دیں اور وہ شام سے تعرض نہ کرے۔ رومیوں نے اس سے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ سوریا ان کے حوالہ کیسے کیا جا سکتا ہے یہی تو شام کا شاداب علاقہ ہے۔

جب ان سب باتوں کو ماننے سے رومیوں نے انکار کر دیا تو اس نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ تم اپنے شہروں ہی میں رہ کر اس کے مقابلہ میں کامیاب رہو گے۔ پھر وہ سوار ہو کر روانہ ہوا۔ جب درب پر پہونچا تو اس نے شام کی طرف رخ کر کے کہا اے ارض شام تجھے الوداعی سلام کر رہا ہوں۔ یہاں سے قسطنطنیہ روانہ ہو گیا[1]

حدیث اور تاریخ کی یہ تفصیلات بتاتی ہیں کہ ہرقل کو اس بات کا یقین تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اس یقین کی بنیاد ایک تو اس کی مذہبی معلومات تھیں۔ وہ انجیل کی ان پیشین گوئیوں سے بخوبی واقف تھا جن میں ایک آخری نبیؐ کی آمد کی خوش خبری دی گئی ہے۔ اس نبی کی جو اعلیٰ خصوصیات اور پاکیزہ صفات بیان ہوئی ہیں وہ سب آپ کی ذات پر پوری طرح منطبق ہو رہی ہیں۔ (موجودہ عیسائی دنیا نے ان پیشین گوئیوں کو تاویل کی خراد پر چڑھا رکھا ہے)

روایات میں علم نجوم سے اس کی واقفیت کا بھی ذکر ہے۔ یہاں اس بات سے بحث نہیں ہے کہ اس علم کی حیثیت کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا بھی جا سکتا ہے یا نہیں؟ کہنا صرف اس قدر ہے کہ اس نے اپنے اس علم کی روشنی میں اس خیال کا اظہار کیا کہ آپ کے دور اقتدار کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ چیز اس کے لیے پریشانی کا باعث بھی تھی۔

حضرت ابوسفیانؓ سے اس کی گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ وہ پیغمبروں کی سیرت، دعوت اور اس کے انقلاب انگیز نتائج سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس گفتگو کے بعد اسے آپ کی رسالت پر مزید اطمینان ہو گیا۔ گو کہ اس کے دو ایک جملوں سے خیال ہوتا ہے کہ شاید اسے اس بات کا پورا یقین نہیں تھا کہ آپ ہی رسول موعود ہیں لیکن اس میں اس بات کا امکان ہے کہ اس نے اپنے یقین کا کھل کر اظہار سیاسی مصلحت کے تحت نہ کیا ہو۔

---

[1] طبری: تاریخ ۲/ ۶۵۱

یہ اس کا ایک انداز بیان بھی ہوسکتا ہے اس لیے کہ اس کی گفتگو کا پورا رخ ہی دوسرا ہے۔ اس نے آپ سے انتہائی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا، یہاں تک کہا کہ وہ سر اقدس کو بوسہ دینے اور پائے مبارک کو دھونے میں اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ گرامی نامہ پڑھتے ہوئے اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی تھی[1]۔ یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب کہ دل اندر سے آپ کے رسول برحق ہونے کی گواہی دے رہا ہو۔

ہرقل نے روم کے مشہور شہر رومیہ کے مذہبی رہنما ضغاطر[2] کو اپنے خیالات سے آگاہ کیا اور اس کی رائے طلب کی تو اس نے اس کے خیال کی نہ صرف یہ کہ تائید کی بلکہ آگے بڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔

اس نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ حضرت مسیحؑ کی تعلیمات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے کا تقاضا کرتی ہیں۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ اس نے یہ سمجھانے کی بھی کوشش کی کہ آپؐ کی مخالفت کامیاب نہ ہوگی، آپ کا دین غالب ہوکر رہے گا اور آپ کے ہاتھوں اس کی سلطنت زوال سے دوچار ہوگی۔ لیکن اس کی قوم نے اس کی ان باتوں کو تسلیم نہیں کیا۔ اس نے جنگ سے بچنے کی متبادل صورتیں بھی پیش کیں لیکن قوم نے ان سب کو رد کردیا تو اسے ان کی طرف سے مایوسی ہوگئی۔

سب سے اہم سوال خود ہرقل کے بارے میں پیدا ہوتا ہے۔ کیا ایمان فی الواقع اس کے دل میں اتر گیا تھا؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ وہ دل سے ایمان تو لے آیا تھا لیکن اس کے اظہار کی جرأت نہ کرسکا۔ ضغاطر کے ساتھ اس کی قوم کے رویہ کو دیکھ کر اسے یقین ہوگیا کہ قوم اسے برداشت نہ کرسکے گی، اس کی حکومت اس سے چھن جائے گی اور اسے اپنی زندگی ہی سے ہاتھ دھونا پڑے گا[3]۔

---

[1] فتح الباری: ۱/ ۲۸ [2] ضغاطر کے نام کی صراحت بخاری میں نہیں ہے۔ اسے 'صاحب لہ برومیۃ و کان نظیرہ فی العلم' کہا گیا ہے۔ یعنی رومیہ میں اپنے ایک دوست کو خط لکھا جو خود بھی ہرقل کی طرح (عیسائیت کا) عالم تھا۔ اس سے خود ہرقل کے صاحب علم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ [3] اس طرح کی کئی روایات ملتی ہیں کہ ہرقل نے ایمان لانے میں اپنی سلطنت اور اپنی جان کے لیے خطرہ کا اظہار کیا تھا۔ فتح الباری: ۱/ ۲۸

دوسری رائے یہ ہے کہ اس اطمینان کے باوجود کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، وہ آپ پر ایمان نہیں لایا یہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط کے ذریعہ اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی اور کچھ دینار بھی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے (خط دیکھ کر) فرمایا کہ اللہ کے اس دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ وہ اسلام نہیں لایا بلکہ نصرانیت ہی پر قائم ہے۔ جو دینار اس نے بھیجے تھے وہ تقسیم فرمادئیے[1]

صلح حدیبیہ پر دو سال بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ ۸ھ میں غزوۂ موتہ پیش آیا۔ اس میں ہرقل ایک لاکھ کا لشکر لے کر مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں آگیا۔ مزید ایک لاکھ فوج دوسرے قبائل کی اس کے ساتھ جمع ہوگئی۔[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو اسے آپ کے رسول ہونے کا یقین تھا لیکن پھر بھی وہ کفر کی روش پر قائم رہا۔ اسلام اگر صحیح معنی میں دل میں جاگزیں ہو جائے تو آدمی دنیا و مافیہا کو ٹھکرا دیتا ہے۔ اس کی نگاہ میں اس سے بڑی دولت اور کوئی نہیں ہوتی۔ اگر کسی وقتی مجبوری کی بنا پر وہ اس کا اظہار نہ بھی کر سکے تو یہ بالکل ناممکن ہے کہ وہ اسلام کو مٹانے کی کوشش میں مصروف ہو جائے۔

---

[1] زاد المعاد: ۱/۱۲۱ - مزید روایت کے لیے ملاحظہ ہو - فتح الباری: ۱/۲۸

[2] ابن ہشام: سیرت ۳/۴۲۹ - ۴۳۰

مشترک خاندانی نظام اور اسلام

از مولانا سلطان احمد اصلاحی

مشترک خاندانی نظام ہندوستان اور تیسری دنیا کے ملکوں کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس رسالہ میں اسلام کے مطلوبہ خاندانی نظام کے خدوخال، اس کے مستند مآخذ کی روشنی میں دلائل کے ساتھ واضح کیے گئے ہیں۔

صفحات ۵۶ آفسٹ کی حسین طباعت۔ قیمت صرف ۶ روپئے

ناشر: مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ